رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ؕ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

فہرست مضامین

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

جلد ۴ | ۱۹ ستمبر ۱۹۱۶ء | سہ شنبہ | مطابق ۱۹ - ذیقعد ۱۳۳۴ ہجری | نمبر ۲۲

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بخیریت ہیں -

حضرت امیر المومنین کا مضمون گذشتہ پرچہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کا جو آٹھ صفحہ کا مضمون بعنوان "پیغام صلح کے چند الزامات کی تردید" اشاعت پذیر ہوا ہے۔ وہ زائد بھی چھپوایا گیا ہے احباب محصولڈاک بھیجکر دفتر الفضل سے منگوالیں۔ اور غیر مبائعین میں تقسیم کریں ؛

اراضی کے متعلق اطلاع :- گذشتہ اخبار میں یہ اطلاع شائع ہو چکی ہے۔ کہ آئندہ کوئی صاحب خریداری زمین کے لئے روپیہ نہ بھیجیں۔ ہم اسکے لئے زمین کا انتظام نہیں کر سکینگے۔ اب اسقدر اور بتایا جاتا ہے کہ جن احباب کے روپے ہمیں آج تک وصول ہو چکے ہیں ان کے

اخبار احمدیہ

شکریہ جناب خانصاحب ذوالفقار علی خانصاحب رامپوری تحریر فرماتے ہیں۔ کہ وہ احباب جو میرے لئے دعا فرماتے رہے ہیں - میں اُن کا شکر گذار ہوں۔ نیز آپ یہ بھی اطلاع دیتے ہیں۔ کہ مجھے تین ماہ کی رخصت رعایتی ریاست سے مل گئی ہے۔ اور ایکسال کی فرلو گورنمنٹ سے مانگی ہے۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اگر توفیق بخشے۔ تو دار الامان کو وطن بناؤں ؛

عبرت انگیز واقعہ ملک شیر محمد خانصاحب کوٹ رحمت خان سے حضرت کو تحریر کرتے ہیں۔ کہ ہمارے قریب ایک جنگلی لوگوں کا گاؤں آباد ہے۔ وہاں کے باشندے اکثر چوری پیشہ ہیں۔ اور حضرت صاحب کے دعوے سے واقف ہیں۔ اور ہماری جماعت میں ہیں۔ کچھ آدمی جنگلی قوم مصلی سے (جنکا پیشہ پہلے چوری تھا) ہیں۔ ان کے ساتھ دوسرے جنگلیوں کی عداوت ہو گئی۔ جس میں احمدی مصلی بالکل بے گناہ تھے۔ مجھے مسمی بوٹا احمدی مصلی نے کہا۔ کہ ہمارے گاؤں والے چونکہ کھوجی ہیں۔ اور سب انسپکٹر پولیس ہر واردات پر ان کو کھروں کی شناخت کے لئے بلا لیا کرتا ہے۔ سنا گیا ہے۔ کہ کل موضع لونگووال میں جو ہمارے موضع سے قریب ڈیڑھ میل کے ہے۔ واردات چوری ہو گئی ہے۔ اور سب انسپکٹر پولیس نے بنی جاہر والے جنگلیوں کو بلا لیا ہے۔ اور وہ گئے ہیں اور ایک آدمی سے انھوں نے پوچھا ہے۔ کہ جو مصلی احمدی ملک شیر محمد خان کے پاس ہیں۔ وہ اسی جگہ موجود ہیں

(باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا)

یا چوری وغیرہ کرنے کے لئے کہیں گئے ہیں - تو اُس آدمی نے جواب دیا - کہ کہیں محنت کو گئے ہیں - تو انھوں نے کہا - ہم ضرور اُن کو مجرم بنوائیں گے - اور قید کرائیں گے - اب مجھے خطرہ ہے - کہیں ہمیں بلوا کر بے عزت نہ کرادیں اور ہمارا حال اب آپ کو معلوم ہے - ہم نے چوری وغیرہ چھوڑ دی ہے - ناحق گرفتار کرانے کی کوشش کر رہے ہیں - کیا کیا جائے - تو میں نے کہا - کہ کچھ فکر نہیں ہے - اللہ تعالےٰ سے دعا کیا کرو - اللہ رحم کرے گا - دوسرے روز وہی سات آدمی جو کھوجی تھے - سب انسپکٹر پولیس سے رخصت لیکر گھر کو آرہے تھے - کہ راستہ میں بارش آگئی - انھوں نے ایک درخت کے نیچے پناہ لی - اتفاقیہ ساتوں پر بجلی گری - جن میں سے ایک تو مرگیا - اور چھ سخت مضروب ہوئے سبحان اللہ کیا عظیم الشان نشان ظہور میں آتے ہیں - بفضل خدا مسیح پاک کی جماعت کی امداد خود اللہ تعالےٰ فرما رہے ہیں -

ایک نیا احمدی

ہادی حسین صاحب ہیڈ کنسٹبل چوکی پولیس نند کوٹ سے حضرۃ خلیفۃ المسیح ثانی کی خدمت میں لکھتے ہیں - کہ الحمد للہ کہ یہ ناچیز گنہگار آپ کی سلک مریدی میں داخل ہوگیا میرے مولا! میں سخت گنہگار ہوں - میرا نامۂ اعمال سیاہ ہوچکا ہے - اس احقر کی یہی التجا ہے - کہ بس ہر وقت اپنے خاکسار کے لئے دعا فرماتے رہا کریں - آپکا کارڈ بطور تعویذ پاس ہے - جو انشاء اللہ تعالےٰ قبر میں میرے سینہ پر ہوگا - کیونکہ جنت میں داخل ہونے کے لئے یہی کارڈ انشاء اللہ پروانہ راہداری کا مجھے کام دیگا ٭

اگرچہ میں جانتا ہوں - کہ مجھے اب ہر ایک تکلیف اور مصائب کا سامنا کرنا ہوگا - وہی لوگ جو مجھے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے - اب مجھ سے حقارت کرتے ہیں - میرے سب رشتہ دار اور خاص کر والد میرے جانی دشمن ہیں - مگر انشاء اللہ یہ حق کا طالب کسی کی پرواہ نہ کرے گا - کیونکہ میں جانتا ہوں - کہ بقول شخصے "دشمن اگر قویست نگہبان قوی تراست" - اگر ضرورت ہے - تو صرف آپ کی دعا کی - اگر آپ کی دعا میرے شامل حال رہے اور جناب کی توجہ میں یہ گنہگار رہا - تو انشاء اللہ سب امور میں کامیابی حاصل ہوگی - میری آخری التجا ہے - کہ آپ دعا فرماویں - کہ خداوند عالم مجھے اس خطہ زمین کی زیارت کا شرف حاصل کرائے - جسمیں اُسکا پاک اور سچا نبی مدفون ہے - اور آپ کی قدمبوسی اور زیارت سے مشرف کرے ٭

میدان جنگ سے

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب اسسٹنٹ سرجن لکھتے ہیں - کہ خاکسار بفضل خدا بخیریت ہے قاضی صاحب کا خط ایک ہفتہ سے نہیں آیا - پہلے پارہ کا ترجمہ انہوں نے بھیجا تھا - وہ میں نے ایک صاحب کو پڑھنے کے لئے دیا تھا - پڑھ کر بہت حیران ہُوا - کہ میں اتنی مدت ہندوستان رہا - کبھی معلوم نہ ہُوا - کہ اسلام یہ ہے - اب ایک اور کو دیا ہے - ٹھیکنگ آف اسلام بھی ایک کو دی ہے ٭

جماعت سنور کی ماہواری رپورٹ

برادرم محمد صدیق صاحب لکھتے ہیں - کہ ایک مختصر سی رپورٹ اس مہینہ کی یہ ہے کہ ہفتہ وار جلسے مختلف محلوں میں احمدیوں کے مکانات پر رات کے وقت ہو چکے ہیں ارد گرد اور قرب و جوار کے لوگوں کو اُن کے بستروں پر ہی پیغام حق پہونچا دیا گیا ہے - آئندہ بھی جب تک خدا توفیق دے - کرتے رہا کریں گے - لائبریری میں کئی سو کتابوں کا اضافہ کیا گیا ہے - نئے سرے سے اُس کو ترتیب دیا گیا ہے - ہر قسم کے رجسٹر باقاعدہ اور مکمل کرلئے گئے ہیں - ترقی اسلام - صدر انجمن - اور عید فنڈ وغیرہ کے چندوں میں ترقی ہے - آٹا فنڈ اکٹھا کرتے ہیں - نمازوں میں جہاں تک ملازمین پیشہ سے بن آتا ہے - باجماعت پڑھتے ہیں -

یہ ہفتہ خاصکر قابل ذکر ہے - حضرت مولانا مولوی حافظ روشن علی صاحب اور مولوی مہر محمد خانصاحب مالیر کوٹلہ سے خاص طور پر سنور بلائے گئے - یہاں پر تبلیغ خوب ہوئی - اور اچھی طرح سے ہوئی - غیر احمدی بہت اچھا اثر لے کر گئے - حضرت حافظ صاحب کے لکچر نہایت عالمانہ اور عام فہم تھے - اور بہت سے اعتراضوں کو جو سلسلہ پر تھے اٹھا دیا - اور لوگوں کی تسلی کر دیگئی ہے - عورتیں بھی لکچروں میں شامل ہوتی تھیں - اور ایک خاص لکچر حافظ صاحب کا عورتوں میں بھی ہُوا - ان لکچروں میں آریہ - ہندو اور غیر احمدی شامل ہوتے رہے - اور اچھا اثر لے کر گئے - مہمان جو باہر پٹیالہ سے - راجپورہ سے - خانپور اور دوسری جگہ سے آگئے - اُن کی خاطرداری میں اپنی حیثیت کے مطابق کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا -

یہاں غیر احمدیوں اور احمدیوں کی مشترکہ مسجد ہے غیر احمدیوں کے ایما سے وہاں پر جگہ کی تنگی کی وجہ سے قرآن شریف سنانے کا ذکر اللہ اور ذکر خیر کرنے کا انتظام کیا گیا - مگر ایک جہالت کا فرزند اٹھا اور رکاوٹ ڈالتا ہے - ذکر اللہ اور ذکر خیر کرنے سے روکتا ہے - اور اس حالت میں روکتا ہے - جبکہ ہمارے تمام احباب جمع ہوجاتے ہیں - چونکہ احمدی فساد نہیں کرتے اور اُٹھ کر چلے آتے ہیں - ہاں یہ ضرور ہے - کہ اس کو ایک آیت کا مصداق بنا آتے ہیں - ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعیٰ فی خرابھا - مگر قربان جاؤں اس خدا کے کہ جس نے یہ سلسلہ قائم کیا - اُس نے اس سے بہتر جگہ کا انتظام کر دیا - چند سکھ اپنے بستروں پر سے اُٹھے - اور کہنے لگے - کہ لو جاتی ہمارے مکان میں جلسہ کر لو وہ اپنی چارپائیاں اٹھا لیتے ہیں - اور میدان کو خالی کر دیتے ہیں - اور تقریر کو ہمارے ساتھ ملکر سنتے ہیں - شاباش سکھو! آفرین ہے - کہ آپ لوگ ان بر لئے نام مسلمانوں سے جو کہ ہماری بے جا مخالفت کرتے ہیں - اخلاق میں بہت اعلیٰ نکلے ٭

آخر میں دعا ہے کہ خدا تعالےٰ ہمارے کاموں میں برکت ڈالے اور ہم کو آگے سے بڑھ کر کام کرنے کی توفیق دے - نہ صرف اپنے ہی ہاں اسطرح کام کریں - بلکہ ساری ریاست پٹیالہ میں اسی جوش اور سپرٹ سے کام ہوتا ہُوا نظر آئے - آمین ٭

اطلاع

موسمی بخار ابھی تک کم و بیش چلا جا رہا ہے - خدا کے فضل سے اسوقت تک میں اسکے پنجۂ آہنی میں گرفتار ہونے سے محفوظ تھا لیکن آخرکار اُسکی لپیٹ میں آہی گیا - اور ابھی تک اس سے رہائی نصیب نہیں ہوئی - احباب دعا فرمادیں - کہ خدا تعالےٰ مجھے صحت بخشے - اگر اگلا پرچہ اپنے وقت پر شائع نہ ہوسکا - تو اسکی وجہ عملہ الفضل کی بیماری ہوگی ٭

ایڈیٹر

(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)
الفضل
قادیان دارالامان - ۱۶ ستمبر ۱۹۱۶ء

اطمینان قلب کسطرح حاصل ہوتا ہے
اللہ تعالیٰ کے ذکر سے

(نمبر ۲)

گذشتہ پرچہ میں ہم بتا چکے ہیں کہ نشاط زندگی کا اصل باعث اطمینان قلب ہوتا ہے۔ لیکن عام طور پر اہل دنیا جس طریق سے اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس طریق سے وہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اسلئے وہ ناکامیاب ہوکر اپنی زندگیوں کا خاتمہ کر لیتے ہیں۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ کونسا ذریعہ اور کونسا طریق ہے۔ جس سے یہ نعمت غیر مترقبہ میسر آسکتی ہے۔

اسمیں تو کوئی شک ہی نہیں کہ ہر ایک انسان کو بے اطمینانی اور تشویش اسی وقت لاحق ہوتی ہے۔ اور اسی وقت وہ غم و فکر میں اپنے آپ کو مبتلا پاتا ہے۔ جبکہ اپنے آپ کو کسی مصیبت یا مشکل کے مقابلہ میں عاجز اور درماندہ سمجھتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ کی طاقت اور قدرت نہیں رکھتا۔ لیکن اگر اس میں مقابلہ کی طاقت ہو۔ یا اس کا تکیہ گاہ کوئی ایسی طاقت ہو جو مشکلات اور مصائب کو کافور کرسکتی ہو۔ تو پھر وہ کبھی مشوش اور غمگین نہیں ہوتا کیا ایک ایسا شخص جو خوب طاقتور اور مضبوط ہو۔ ایک کمزور اور نحیف شخص کے مقابلہ سے ڈر جائیگا۔ یا کیا ایک ایسا شخص جس کے ہاتھ میں بندوق یا تلوار ہو ایک ایسے شخص سے۔ خوف کھائیگا۔ جو نہتا ہو۔ ہرگز نہیں کیوں اسی لئے کہ وہ سمجھتا ہے۔ مجھے یہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔ یہی حال ہر ایک اس تکلیف اور مصیبت کا ہے جو انسانوں پر وارد ہوتی ہے۔ جس سے انکے قلوب میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ اور پھر بعض کمزور اور نحیف دل والے تاب مقابلہ نہ لاکر خودکشی کے ذریعہ مخلصی پانے کے سامان کرتے ہیں۔ ایک ایسا شخص جو کسی عزیز کے مرنے پر یا کسی صدمہ کے پہنچنے سے خودکشی کرتا ہے۔ اسی لئے کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے۔ جو صدمہ مجھے اس عزیز کی جدائی سے ہوا ہے یا کسی اور وجہ سے پہنچا ہے۔ اسکے برداشت کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ اور میں اسکے مقابلہ میں کمزور اور ناتواں ہوں لیکن اگر وہ یہ سمجھتا ہو کہ میں اس کا مقابلہ کرسکونگا۔ یا میرے ساتھ ایک ایسا مددگار ہے۔ جسکے ذریعہ سے میں اسپر کامیاب ہوسکونگا۔ تو وہ کبھی بھولے سے بھی خودکشی کا وہم نہ کرے۔ پس ثابت ہوگیا۔ کہ اگر کوئی شخص آلام دنیوی اور تغیرات زندگی سے دل برداشتہ ہوکر خودکشی کا ارتکاب کرتا ہے۔ تو اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ اپنے آپکو اس مصیبت کے برداشت کرنے کے قابل نہیں پاتا اور اسکے دور ہونے کی اسے کوئی امید نہیں ہوتی۔

اس حقیقت کو بے نقاب کر دینے کے بعد ہم یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ انسان ایک ایسی کمزور اور نحیف ہستی ہے کہ جو محض اپنی ہمت اور طاقت کے ذریعہ تغیرات زندگی اور مصائب دنیوی کا مقابلہ نہیں کرسکتی یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جنکے پیش نظر صرف انسانی ہمت اور کوشش ہوتی ہے جب کسی خطرناک مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو بہت جلدی ہمت ہار دیتے۔ اور بہت بری طرح ناکام ثابت ہوتے ہیں۔ ہاں وہ انسان جن کا سہارا ایک زبردست اور طاقتور ہستی پر ہوتا ہے۔ وہ کبھی کسی مصیبت سے مغلوب نہیں ہوتے۔ بلکہ ہر حالت میں انہیں اطمینان قلب حاصل رہتا ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ وہ کونسی ہستی ہے۔ جو انسان کو ہر مشکل اور مصیبت کے وقت مدد دے سکتی۔ اور اسے ہر رنج و الم سے نجات دلاکر اطمینان قلب حاصل کرا سکتی ہے۔ وہ ہستی خدا تعالیٰ ہے۔ جسکے قبضۂ قدرت میں دنیا کا ذرہ ذرہ ہے۔ اور جو تمام طاقتوروں سے زیادہ طاقتور ہے لیکن اس کا پتہ سوائے اسلام کے اور کہیں سے معلوم نہیں ہوسکتا۔ اس وقت روئے زمین پر صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو اس بات کے بتانے کا سہرا اپنے سر پر رکھتا ہے کہ اطمینان قلب سوائے اللہ تعالیٰ کے حاصل کرنے کے اور کسی طرح حاصل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اسلام علی الاعلان کہتا ہے کہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (۱۳-۲۸) اے وہ لوگو کہ جو اطمینان قلب کے لئے مارے مارے پھرتے ہو۔ کبھی دولت کے ذریعہ اسے حاصل کرنا چاہتے ہو کبھی سامان عیش و عشرت کے ذریعہ اسکے حصول کی کوشش کرتے ہو۔ سن رکھو اور کان کھول کر سن رکھو کہ دل صرف اللہ ہی کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں۔ اسکے سوا اور کوئی ذریعہ انکے اطمینان پانے کا نہیں ہے۔

اللہ اللہ اسلام کیا ہی فطرت انسانیہ کا نبض شناس ہے۔ انسانی فطرت چاہتی ہے کہ مجھے اطمینان قلب حاصل ہو۔ اور یہ اسوقت تک ہو نہیں سکتا۔ جب تک کہ وہ ہر مصیبت اور مشکل کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اور یہ طاقت حاصل نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ کوئی زبردست اور طاقتور ہستی ممد اور معاون نہ ہو اس لئے اسلام نے بتا دیا ہے کہ وہ ہستی اللہ ہے۔ تم ہر ایک کام کرتے وقت۔ ہر ایک مشکل کا مقابلہ کرتے وقت ہر ایک مصیبت جھیلتے وقت اللہ کا ذکر کرو۔ اللہ سے مدد چاہو۔ اللہ کو اپنا حاجت برار سمجھو۔ پھر ممکن نہیں کہ کسی کڑے سے کڑے وقت میں بھی تمہارا قلب غیر مطمئن رہے۔ اور تمہیں تسکین حاصل نہ ہو۔ کسی نے کیا ہی سچ کہا ہے۔ ؎

مرد حق بین کہ بلا را از خدا مے بیند
تیغ را بر سر خود بال ہما مے بیند

کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ اسطرح اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا میں ایسی مثالیں تو بے شمار ملینگی کہ ایسے لوگ جن کے پاس مال و دولت کی کوئی کمی نہ تھی۔ لیکن اطمینان قلب نہ حاصل ہونے کی وجہ سے خودکشی کرنے پر مجبور ہوگئے۔ اور ایسی مثالیں بھی کثرت سے ملینگی۔ کہ وہ لوگ جو بڑے بھاری دانا، مدبر اور فلاسفر ہونے کے مدعی تھے۔ وہ بھی تسکین دل نہ پا سکنے کی وجہ سے اپنے لئے آپ ہی قاتل بنے۔ لیکن

اس قسم کی کوئی ایک بھی مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔ کہ ایک ایسا انسان جس کا تعلق اللہ سے ہو۔ اس نے کسی بڑی سے بڑی مشکل اور مصیبت سے تنگ آکر خودکشی کا ارتکاب کیا ہو۔ جب سے اس دنیا کا سلسلہ چلا ہے۔ اسی وقت سے ہر زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں۔ جن کا دعوےٰ تھا۔ اور بڑے زور سے دعوےٰ تھا کہ ہم خدا تعالےٰ کے مقرب ہیں۔ ہمارا خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے۔ اور خدا کا ہم سے تعلق ہے۔ لیکن ان تمام میں سے کوئی ایک بھی تو ایسا نہیں بتایا جاسکتا۔ جس نے خودکشی کرنا تو الگ رہا۔ فعل مذموم کا خیال تک بھی کیا ہو۔ ان پر مصیبتیں آئیں۔ اور بڑی سخت آئیں۔ وہ مشکلات میں گرفتار ہوئے اور بڑے سخت گرفتار ہوئے۔ وہ دشمنوں کی طرف سے ستائے گئے۔ اور از حد ستائے گئے۔ انہیں اپنا گھر بار اپنے خویش اپنے اقارب اپنا مال و متاع غرضیکہ سب کچھ دشمنوں کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے ترک کرنا پڑا۔ اور انہوں نے بڑے حوصلہ اور اطمینان کے ساتھ ترک کر دیا۔ اور ایسا ترک کیا کہ پھر کبھی اس کا خیال تک نہ کیا۔ کیوں؟ اس لئے نہیں کہ ان میں اس قسم کی تکالیف کا احساس ہی نہیں تھا۔ یا اس قسم کی مشکلات ان پر کوئی اثر انداز ہی نہ ہوتی تھیں۔ سب کچھ ہوتا تھا لیکن چونکہ انہیں خدا تعالےٰ پر بھروسہ رکھنے کی وجہ سے اطمینان قلب حاصل تھا۔ اس لئے وہ کسی مشکل سے مشکل وقت میں بھی ہمت نہ ہارتے تھے۔ اور یہی وہ گوہر تھا۔ جس نے انہیں باوجود کمزور اور بے سروسامان ہونے کے اپنے زبردست اور باسامان دشمنوں پر ہمیشہ فتح اور نصرت دی۔ اور باوجود حادثات زمانہ کے پیش آنے کے ان کے چہرے ہمیشہ بشاش اور فرحت ریز ہی رہے۔ اس اجمال کی اگر کوئی تفصیل چاہتا ہے تو جائے جاکر انبیائے کرام کی سوانح زندگی پڑھ لے۔ اور ہمارے حرف حرف کی تصدیق کرلے۔ اور اگر یہ تکلیف بھی گوارا نہیں تو آئے اس زمانہ کے عظیم الشان نبی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات زندگی کو پیش نظر رکھے۔ دنیا جہان کو معلوم ہے کہ آپ کی ایذارسانی اور نقصان رسانی میں دشمنوں نے کسقدر زور لگایا۔ اور آپ پر قتل تک کے مقدمے بنائے گئے۔ آپ کے قتل کرنے کے لئے آدمی مقرر کئے گئے۔ آپ کی عزت و آبرو پر حملے کئے گئے۔ اور آپ کو ہر ایک قسم کا نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ لیکن اس شیر خدا کے چہرہ مبارک کو دیکھنے والے شہادت دیتے ہیں۔ اور بڑے زور سے دیتے ہیں کہ آپ کو ہم نے کبھی غمگین نہیں پایا۔ پھر دیکھئے آپ کے صاحب قرابت آپ سے جدا ہوگئے آپکے عزیز اور دوست آپکے سامنے وفات پاگئے۔ اور آپ کو لوازمات بشری سے اور بھی تکالیف پہنچیں۔ لیکن آپکے دیکھنے والوں سے پوچھ لو کبھی انہوں نے آپکو غمگین اور متفکر پایا۔ ہرگز نہیں۔ یہ ثبوت ہے۔ اس بات کا کہ آپکو اطمینان قلب حاصل تھا۔ پھر آپ کی جماعت موجود ہے اس میں بھی خدا کے فضل و کرم سے اکثر حصہ ایسا ہے۔ جو اطمینان قلب کے حاصل کرنے کے درجہ تک پہنچا ہوا ہے انکو تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ مصیبتیں جھیلتے ہیں۔ طرح طرح سے ستائے اور دکھ دئے جاتے ہیں۔ لیکن وہ اس میں بھی مزا ہی پاتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ خدا تعالےٰ کے ایک برگزیدہ کے ذریعہ انہیں اطمینان قلب ایسی نعمت غیر مترقبہ حاصل ہو چکی ہے۔

مبارک ہے وہ جو اس نعمت کو حاصل کرنے کے لئے آستانہ مسیح موعود پر گر جائے۔ اور خوش قسمت ہیں وہ جنہیں یہ حاصل ہو چکی ہے۔

پیشتر اسکے کہ ہم اس مضمون کو ختم کریں گے اپنی جماعت کو یہ کہدینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اے مسیح موعود کی برگزیدہ جماعت تیرے پاس وہ جوہر ہے جو دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے یہ سچ ہے کہ تو ایک غریب جماعت ہے۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ تیرے سامنے مشکلات کے کوہ گراں کھڑے ہیں۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ جس چیز کی تو حامل ہے وہ کمزوروں کو زور آور بنادیسکتی اور مشکلات کو پرکاہ کی طرح اڑا دیسکتی ہے۔ اسلئے اٹھ اور دنیا کو سنادے کہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اطمینان قلب اللہ ہی کے ذکر سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اس زمانہ میں اللہ کے ذکر کا طریق سوائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اور کہیں سے معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آؤ اور اس ذریعہ سے اس نعمت گم گشتہ کو پالو۔

تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

جناب خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری آف انگلینڈ اور اسکے متبع میں جناب مولوی صدر الدین صاحب امام مسجد ووکنگ جن کو بات کا بتنگڑ بنانا خوب آتا ہے۔ عجیب قسم کے انسان ہیں۔ کاہ کو کوہ بنا دینا ان کے دائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ اگلے دن سیلون کے ایک برائے نام احمدی کا اعلان کر دیا کہ وہ ان کے مشن کے ذریعہ مسلمان ہوا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل خلاف واقعہ امر تھا بعدہٗ انگلستان کی ایک احمدی لیڈی جس نے ابھی اعلان اسلام بھی نہیں کیا تھا۔ مولوی صدر الدین صاحب نے انکے نام کو اپنے نومسلموں کی فہرست میں شایع کر دیا۔ کہ فلاں عورت مسلمان ہو گئی ہے۔ لارڈ ہیڈلے صاحب کے اسلام کو اپنے مشن کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ وہ خود اس بات سے انکاری ہے۔ اور اپنے چالیس سالہ تحقیق کا نتیجہ بتاتا ہے۔ یہی امر دوسرے نومسلموں کے بارے میں زیادہ تر فرض کرلیں۔

مولوی صدر الدین صاحب نے اخبار پیغام صلح لاہور کے جلد ۴ نمبر ۱۸ مجریہ ۲۰۔ اگست ۱۹۱۶ء میں اپنی کارگذاری کے ساتھ ووکنگ مشن کی مہمان نوازی کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اور اس کا ایک نقشہ تیار کیا ہے۔ جسکو دیکھ کر بادی النظر میں ضرور خیال آتا ہے کہ اسقدر مہمان واقعی ایک بڑی تعداد ہے۔ لیکن آخر تاڑنے والے تاڑ ہی جاتے ہیں۔ سب جہاں یکساں نہیں کہ نقشہ کے ہندسے دیکھے۔ اور ورق الٹا کر کہدیا واہ رے کیا مہمان نوازی ہے۔ بلکہ انہی تاڑنے والوں میں سے ہمارے ایک مکرم معظم دوست شیخ فضل الٰہی صاحب احمدی ہیڈ کلرک دفتر پولیٹیکل ایجنٹ خیبر ہیں۔ جنھوں نے اس مہمان نوازی کی حقیقت کو آشکارا کیا ہے۔ ان کا حساب حسب ذیل ہے۔

اوقات یومیہ	۴
ایام شش ماہ	۱۸۲
کل اوقات ششماہ	۷۲۸
تعداد کل مردم جو حاضر آئے	۲۹۷۱
اوسط فی وقت	۴

گویا فی وقت ۴ مہمانوں کی اوسط ہے۔

یہ ہی جناب خواجہ کمال الدین صاحب۔ اور اسکے جانشین کی کارروائی پبلک کو تو اسطرح راضی کر لیتے ہیں۔ اور غیر احمدیوں سے سمیٹا ہوا چندہ مال غنیمت جانکر بلا ڈکار ہضم کر جاتے ہیں۔ اور حساب مانگنے والوں کو کہدیتے ہیں کہ لوگ خدا اور رسول کے لئے تھوڑا دیتے ہیں۔ خواجہ کا نام لیتے ہیں اور خواجہ کو دیتے ہیں۔ بس خواجہ کا مال ہے۔ جیسا چاہے استعمال کرے کسی کو باز پرس کا کیا حق حاصل، اپنا تو یہ حال ہے لیکن حضرت محمود احمد صاحب اور دوسروں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ قوم کا روپیہ کہاں گیا۔

(خاکسار قاضی محمد یوسف احمدی از پشاور)

پس پردہ بال آرائی

کی

علی رئس الاشہاد نقاب کشائی

کسی گم نام و نشان نے اخبار اہلحدیث مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۱۶ء میں زیر عنوان "خلیفہ قادیان کی تقریر" سالانہ جلسہ ۱۹۱۵ء پر نکتہ چینی کی ہے۔ ضرورت نہ تھی۔ کہ ایسے خواب غفلت کے متوالے شخص کے خرافات پر توجہ کی جاتی۔ جسے پورے آٹھ مہینے اور کچھ دن کے بعد آنکھیں کھولنے کا موقعہ ملا ہے۔ اور وہ بھی چمگادڑ کی طرح ظلمت گمنامی میں بیٹھ کر۔ لیکن چونکہ مولوی ثناءاللہ نے بڑے فخر سے اس مضمون کو اپنے اخبار میں درج کیا ہے۔ اور اپنی طرف سے کچھ ریمارک بھی کئے ہیں۔ اس لئے ہم نہایت اختصار کے ساتھ اسپر نظر کرنا چاہتے ہیں۔ مضمون کے پڑھنے سے مضمون نویس کی حالت کے متعلق یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ اگرچہ اس نے عالم مدہوشی سے ہوش میں آنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس میں اسے کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ بلکہ سخت ناکامی ہوئی۔

۲۷۔ دسمبر ۱۹۱۵ء کے جلسہ کی عام حالت پر جو نکتہ چینی اس نے کی ہے۔ اس میں سوائے اس بات کے کہ جس پر مولوی ثناءاللہ نے طنزاً ایک نوٹ لکھا ہے۔ اور کوئی بات قابل جواب نہیں۔ اور وہ بات یہ ہے۔ کہ لوگ ہال میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے کہا حضرت صاحب مسجد نور میں تقریر کریں گے لوگ اُٹھ کر مسجد میں آ بیٹھے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد کہا گیا۔ کہ جلسہ کا انعقاد ہال کمرہ ہی میں ہوگا۔ اسلئے سب لوگ وہاں چلے گئے پھر خلیفہ صاحب آئے۔ اور مسجد نور میں بیٹھ گئے۔ اس لئے لوگوں کو ہال سے پھر مسجد میں آنا پڑا۔ اسپر ثناءاللہ لکھتا ہے کہ "انتظام کی خوبی ہے"۔

اس کے متعلق سوائے اس کے کہ "ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبیست" اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ وفور شوق اور اضطراب عقیدت کو انتظام کی خرابی کہنا صرف انہیں لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جن کی نظریں حقیقت کے دیکھنے سے عاجز اور درماندہ ہوگئی ہیں۔ ضد اور تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر ذرا نظر تو کیجئے۔ کہ چار پانچ ہزار انسانوں کا مجمع ایک جگہ سے اُٹھتا۔ اور دوسری جگہ جا بیٹھتا ہے۔ اور اس خوبی اور عمدگی سے بیٹھتا ہے۔ کہ گویا اسی جگہ جمع ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ اور کسی قسم کی شکایت پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن ایک نادان کہدیتا ہے۔ کہ انتظام اچھا نہیں۔ حالانکہ اس سے بڑھ کر انتظام کی خوبی اور عمدگی کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ کہ اتنا بڑا مجمع ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے۔ اور ایک بار نہیں۔ بلکہ دو تین بار۔ لیکن اس میں ذرا بھی انتشار اور پراگندگی نہیں پیدا ہوتی۔ کیا ثناءاللہ اور اُس کا مدہوش مضمون نگار بتا سکتے ہیں۔ کہ ان کے کسی چھوٹے سے چھوٹے جلسہ گاہ کو کبھی اسطرح ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے سے وہی ترتیب اور انتظام قائم رہا ہے؟ جو ہمارے جلسہ پر رہا۔ ہم نے ان نام کے مسلمانوں کے کئی جلسے دیکھے ہیں۔ مجمع کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا تو الگ رہا۔ مقررہ جگہ پر ہی مجمع کی وہ حالت ہوتی ہے۔ کہ انتشار اور پریشانی برس رہی ہوتی ہے۔ اور اگر ذرا بھی لوگوں کو سرکلنے یا پیچھے ہٹانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو اس وقت کا نظارہ نہایت افسوسناک ہوتا ہے۔ وہ شور مچتا ہے۔ کہ کان کے پردے پھٹنے لگتے ہیں۔ کوئی آوازے کستا ہے۔ کوئی لعن طعن شروع کر دیتا ہے۔ کوئی بدانتظامی کا شاکی ہوتا ہے۔ کوئی لڑنے پر آمادہ نظر آتا ہے۔ کسی کے مُنہ سے جھاگ نکل رہی ہوتی ہے۔ لیکن کیا مضمون نگار نے ہمارے جلسہ پر اس قسم کی کوئی بھی بات دیکھی ہے۔ ہرگز نہیں۔ ورنہ ضرور لکھتا۔ اور کیا اُسے یہ تو نظر آگیا۔ کہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہے۔ لیکن اس وقت اس کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ جبکہ اسقدر عظیم الشان مجمع ایک آن کی آن میں دوسری جگہ نہایت ترتیب اور عمدگی سے جا بیٹھتا تھا۔ اور حسن انتظام کی وجہ سے کسی قسم کی تکلیف نہ اُٹھاتا تھا۔ اگر اس کو انتظام کی خوبی نہیں کہتے۔ تو اور کیا خوبی ہوتی ہے۔ لیکن افسوس۔ کہ تعصب اور ضد کی وجہ سے ہماری خوبی بھی برائی ہی نظر آتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے۔ مضمون نگار یا تو جلسہ کے موقعہ پر اس بغض اور عناد کی وجہ سے اندھا ہو رہا تھا۔ جو اسے سلسلہ احمدیہ سے ہے۔ یا اُس کا حافظہ اسقدر کمزور اور ناقص ہے کہ وہ کوئی بات محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ اسے غلط بیانی اور دروغ بافی کی سخت مرض ہے۔ بات بھی یہی درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے۔ کہ اس نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی تقریر کے متعلق لکھا ہے۔

"آپ نے تقریر شروع کی۔ پہلے کلمہ شہادت۔ بعد سورہ فاتحہ۔ پھر سورہ صف تمام ختم کی۔ اور سورہ جمعہ کی بھی تین آیات پڑھیں۔ اب آپ نے اسی کا ترجمہ شروع کیا۔ اور من بعدی اسمہ احمد پر آن کر خوب تفصیل سے کام لیا۔ احمد سے مراد مرزا غلام احمد کو قرار دیا۔ اسی اثنا میں کسی من چلے نے ایک رقعہ لکھ کر میز پر رکھدیا جس میں لکھا ہوا تھا۔ کہ نبی کا نام مرکب نہیں ہوتا۔ اور مرزا صاحب کا نام مرکب ہے"۔

حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ آپ کی اس تقریر میں نہ کسی نے رقعہ دیا۔ اور نہ ہی کسی اور تقریر میں آپ کو کوئی ایسا رقعہ دیا گیا جس میں لکھا ہوا تھا۔ کہ "نبی کا نام مرکب نہیں ہوتا اور مرزا صاحب کا نام مرکب ہے"۔ یہ تقریر دس بجے کے قریب شروع ہوئی تھی۔ اور تقریر کا اصل موضوع یہ تھا۔ کہ قرآن کریم میں یاتی من بعدی اسمہ احمد جو پیشگوئی ہے اس کے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں۔ یہ تمام کی تمام تقریر اسی موضوع پر تھی۔ اس کے سوا اور کوئی مسئلہ اس میں بیان نہیں ہوا تھا۔ اگر مضمون نگار نے مندرجہ بالا عبارت اسی تقریر کے متعلق لکھی ہے۔ اور جیسا کہ الفاظ بتا رہے ہیں۔ اسی تقریر کے متعلق ہے۔ تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس نے غلط بیانی سے کام لیا ہے یا اپنے قصور فہم و عقل کی وجہ سے ایسا لکھ گیا ہے۔ اگر پہلی بات درست ہے۔ تو اُسے شرم کرنی چاہیئے۔ اور اپنی غلط بیانی کو مان لینا چاہیئے۔ لیکن اگر وہ درست نہیں۔ بلکہ دوسری بات درست ہے۔ تو اسکا ایک عظیم الشان جماعت کے مطاع اور امام کی نسبت نکتہ چینی کرنے کیلئے ایسا ناقص فہم اور

عقل رکھتے ہوئے دیدہ دلیری کرنا بہت ہی افسوس کی بات ہے ۔

ہم حیران ہیں۔ کہ اسے اس تقریر کے اثناء میں کسی رقعہ کے دئے جانے کا واقعہ جو اگر ہوتا بھی۔ تو ایک خفیف سا واقعہ تھا۔ کیونکر یاد رہ گیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے وہ پر زور الفاظ کیوں نہ یاد رہے۔ اور کیوں نہ اس نے اپنے ملجا و ماوا ثناء اللہ اور دیگر علماء کو ان سے آگاہ کیا۔ جو یہ تھے۔ کہ

"احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے۔ میں اس بات کے ثبوت میں اپنے پاس خدا کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں۔ اور تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کے لئے تیار ہوں جتنی کہیں انعام رکھنے کے لئے بھی تیار ہوں اور اگر کوئی میرے دلائل کو غلط ثابت کر دے اور قرآن کریم سے اور احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت کر دے۔ کہ احمد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام تھا۔ نہ کہ صفت۔ اور یہ کہ جو نشانات احمد کے قرآن کریم میں آتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی اپنے اوپر چسپاں فرمائی ہے۔ تو میں ایسے شخص کو ایک مقرر رقم دان جو فریقین کو منظور ہو دینے کے لئے تیار ہوں" ۔

یہ الفاظ پکار پکار کر تمام دنیا کے علماء کو کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی ہے۔ تو آئے۔ اور احمد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ثابت کر کے انعام حاصل کرے۔ اگر مضمون نگار کے دل میں اپنے علماء کی کچھ بھی ہمدردی اور محبت تھی۔ نیز اگر وہ انہیں فائدہ پہونچانا چاہتا تھا۔ تو اس کا فرض تھا۔ کہ جلسہ سے جاتے ہی سب سے پہلے یہ کام کرتا۔ کہ علماء کو اس انعام کے حاصل کرنے کی اطلاع دیتا۔ لیکن اگر اسے اب تک یہ بات یاد نہیں رہی۔ یا اس کے نہ بتلانے میں اس وقت تک کوئی اور مصلحت حارج رہی ہے۔ تو اب بھی کچھ نہیں بگڑا اس وقت بھی اگر وہ اپنے کسی بڑے سے بڑے مولوی کو پیش کرنا چاہے۔ تو کر سکتا ہے۔ کیا ہم اس بات کی امید رکھیں۔ اور کیا مولوی ثناء اللہ اس کے لئے تیار ہے؟ دیدہ باید ۔

کسقدر افسوس کی بات ہے۔ کہ آجکل کے مسلمان ضد اور عداوت کی وجہ سے ہمارے خلاف غلط فہمیاں پھیلانے اور لوگوں کو سلسلہ احمدیہ سے بدظن کرنے کے لئے بے فائدہ اور فضول باتوں میں تو پڑے ہوئے ہیں لیکن دین کی باتوں کی طرف انہیں ذرا بھی توجہ نہیں اس کی تازہ مثال اسی مضمون نویس نے پیش کی ہے۔ اس نے ایسی باتیں تو لکھی ہیں۔ جن سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ لیکن کوئی ایسی بات لکھنے کی طرف جس سے دین کا تعلق تھا۔ توجہ بھی نہیں کی ۔

جس رقعہ کے متعلق مضمون نویس نے ذکر کیا ہے اس کے متعلق تو میں بتا آیا ہوں۔ کہ اس مضمون کا کوئی رقعہ دیا ہی نہیں گیا۔ البتہ اسی دن کی بعد از نماز ظہر و عصر کی تقریر میں جو اپنی جماعت کو نصائح پر تھی کسی غیر احمدی کی طرف سے ایک رقعہ پیش ہوا تھا۔ لیکن اسکا مضمون وہ نہ تھا۔ جو مضمون نگار نے لکھا ہے۔ بلکہ یہ تھا۔

"کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا۔ تو وہ عمر ہوتا۔ پس جب حضرت عمر نبی نہیں ہوئے تو پھر آپ کے بعد کوئی اور کس طرح نبی ہو سکتا ہے" ۔

یہ رقعہ اس وقت پیش کیا گیا جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح اپنی جماعت کو تحصیل علم کے متعلق توجہ دلا رہے تھے ایسے وقت میں اول تو یہ رقعہ ہی ایک غیر متعلق سوال کی نسبت تھا۔ دوسرے چونکہ آپ نے بہت سی نصائح بیان فرمانی تھیں۔ اور وقت تنگ ہو رہا تھا۔ اسلئے بھی اگر اس رقعہ پر آپ توجہ نہ فرماتے۔ تو کوئی حرج نہ تھا۔ تیسرے اگر دوران تقریر میں جس کسی کے دل میں کوئی خیال پیدا ہو۔ وہی رقعہ لکھ کر پیش کرنا شروع کر دے۔ اور اسکا جواب دیا جائے۔ تو ممکن نہیں۔ کہ تقریر کی جا سکے۔ چوتھے سامعین چونکہ ایک خاص بات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر انہیں اس سے ہٹا کر ایک غیر متعلق بات کی طرف متوجہ کر دیا جائے۔ تو پھر اس پہلی بات کی طرف پہلے کی طرح توجہ نہیں دے سکتے۔ لیکن باوجود ان تمام باتوں کے حضرت خلیفۃ المسیح نے اس غیر احمدی کو ناامید کرنا پسند نہ فرمایا۔ اور اپنی مسلسل اور پُر زور تقریر کو بند کر کے اسکا جواب دیدیا۔ لیکن چونکہ یہ طریق خلاف اداب مجلس بھی ہے۔ اور کسی احمدی سے اس حرکت نازیبا کا سرزد ہونا اس کی شان احمدیت کے منافی ہے۔ دکیونکہ احمدی جماعت ہی اس وقت ایک ایسی جماعت ہے جو خدا تعالےٰ کے پیارے اور محبوب کی قدر کو سمجھتی ہے اور اس کے حضور طریق ادب سے پیش ہوتی ہے) اس لئے اگر کوئی احمدی غلطی سے اسطرح دوران تقریر میں رقعہ دیتا۔ اور پھر اُسکا جواب بھی دیا جاتا۔ تو گویا احمدیوں کو ایک ایسی بات سکھانا تھا۔ جو اداب مجلس کے خلاف ہے۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے جواب دینے سے پہلے یہ فرمادیا کہ ۔

"چونکہ رقعہ لکھنے والے غیر احمدی ہیں۔ اس لئے جواب دیتا ہوں۔ اگر کوئی احمدی پوچھتا۔ تو میں اُسے روک دیتا۔ کیونکہ دوران گفتگو میں بولنا جائز نہیں"۔

اس کے بعد اس رقعہ کا آپنے یہ جواب دیا۔ کہ "قرآن شریف میں خدا تعالےٰ نے نبی کے آنے کی یہ شرط فرمائی ہے۔ کہ جب دنیا میں ظلمت اور تاریکی ہو جاتی ہے۔ اور دنیا خدا تعالےٰ کو چھوڑ کر بحر عصیاں میں گر پڑتی ہے۔ اُسوقت نبی آتا ہے۔ اور اسکو ضلالت کے گڑھے سے نکالتا ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو

اس زمانہ میں ہوئے ہیں جبکہ چاروں طرف نور ہی نور پھیلا ہُوا تھا۔ اور خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لئے بیشمار ذرائع موجود تھے۔ اس لئے وہ کسطرح نبی ہوتے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہی یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ آنے والا مسیح نبی ہوگا۔ اسلئے یہ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ ہاں یہ سوال ہوسکتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ہیں یا نہیں۔ اگر آپ مسیح موعود ہیں۔ تو نبی بھی ہیں۔ اور جب آپ مسیح موعود ہیں۔ تو پھر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا۔ کہ آپ نبی کسطرح ہوگئے، پس نبوت کے ہونے نہ ہونے پر سوال نہیں ہوسکتا۔ ہاں یہ سوال ہوسکتا ہے۔ کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔ سو ایک مطلب اس حدیث کا یہ بھی ہوسکتا ہے۔ کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد فوراً ہی آپ کی جماعت کو سنبھالنے کے لئے کسی نبی کی ضرورت ہوتی۔ جسطرح حضرت موسےٰؑ کے بعد تھی۔ تو حضرت عمرؓ ہی آپ کے بعد نبوت کے مقام پر ترقی پاتے۔ لیکن چونکہ آپ ایک ایسی جماعت تیار کرکے رخصت ہونے والے تھے۔ جو اپنی نیکی اور تقوے میں حضرت موسیٰؑ کی جماعت سے کئی درجہ زیادہ تھی۔ اور مکمل تھی۔ اس لئے آپ کے بعد فوراً کسی نبی کی بعثت کی ضرورت نہ تھی" ؛

یہ تو اس رقعہ اور اُس کے جواب کی حقیقت ہے جسکا ذکر مضمون نویس نے کیا ہے۔ باقی رہا وہ اعتراض جو اُس نے رقعہ میں سمجھا۔ وہ کسی نے رقعہ میں لکھ کر پیش نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ پیسہ اخبار کا اعتراض تھا۔ جسکا ذکر بھی حضرت خلیفۃ المسیح نے فرما دیا تھا۔ اور اسی اعتراض کا جواب آپنے اپنی پہلی تقریر میں دیا تھا۔ جس کا کچھ حصہ ہم ۲ ستمبر ۱۹۱۶ء کے پرچہ میں درج کرچکے ہیں۔ اس جواب کی نسبت بھی مضمون نگار نے اپنی نافہمی اور نادانی کا ثبوت دیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے ؛

" پھر حضرت صاحب نے یوں دُرافشانی کی۔ کہ کوئی یہ مت سمجھے۔ کہ مرکب نام والے سب کے سب اچھے لوگ ہوتے ہیں۔ دیکھو محمد حسین بٹالوی ہے۔ یہ بھی مرکب نام ہے۔ تو کیا شریر نہیں۔ دیکھو ثناء اللہ یہ بھی مرکب نام ہے۔ تو تم جانتے ہو۔ کہ اس جیسا دنیا میں کوئی شریر ہے"؛

یہ جواب جیسا کچھ بے تعلق اور فضول ہے۔ اس کے پڑھنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے۔ معلوم نہیں مضمون نویس نے کس عقل اور کس فہم کی بناء پر یہ مفہوم اپنے دماغ میں محفوظ رکھا۔ جب اعتراض یہ تھا۔ کہ مرکب نام والا نبی نہیں ہوتا۔ بلکہ مفرد نام والا ہوتا ہے۔ اور چونکہ مرزا صاحب کا نام مرکب ہے۔ اسلئے آپ نبی نہیں۔ تو اس کے جواب میں کسطرح وہ الفاظ کہے جاسکتے ہیں۔ جن کو مضمون نویس نے لکھا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ

چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

ان الفاظ نے مضمون نویس کی خوب پردہ دری کردی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ اسی پردہ دری کا اسے خود بھی فکر تھا۔ اسی لئے تو سامنے آنے کی اسے جرأت نہیں ہوسکی جس مفہوم کو مضمون نگار نے درج کیا ہے۔ وہ اصل میں یہ ہے۔ کہ

"قرآن کریم پر غور کرنے سے ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ اس میں نبیوں کے مخالفوں کے نام بھی مفرد آئے ہیں۔ (ابولہب صفت ہے نہ کہ نام) اب اگر کوئی یہ کہدے کہ دنیا میں جسکا مرکب نام ہو۔ وہ شریر نہیں ہو سکتا۔ تو یہ جہالت نہیں تو اور کیا ہے" ؛

اس جواب اور اس کے درج کردہ مفہوم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اب اہل انصاف خود فیصلہ کرلیں۔ کہ اعتراض کا اصل جواب کونسا ہوسکتا ہے ؛

اس قسم کی اور بھی کئی ایک غلط اور فضول باتیں اس نے لکھی ہیں۔ جن کے متعلق کچھ لکھنا ہم تضیع اوقات سمجھتے ہیں۔ اور مضمون نویس کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے اپنے مضمون کو ختم کرتے ہیں ؛

نیز چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی سالانہ جلسہ کی تقریروں کا بہت زیادہ حصہ چھپ چکا ہے۔ اور باقی انشاء اللہ ماہ حال میں چھپ جائیگا۔ اور اس مہینہ کے اخیر میں ہم اس کے شائع کرنے کے قابل ہوسکیں گے۔ اس لئے وہ تقریروں کا مجموعہ اس کی بکواس کی خود تردید کر دے گا ؛

ان الباطل کان زھوقا

ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ اکثر پیغامی غیر احمدیوں کیطرح مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے انکار میں حدیث لا نبی بعدی اور لم یبق من النبوۃ الا المبشرات اور لفظ خاتم النبیین دلیل میں پیش کیا کرتے ہیں۔ اور اسی بنا پر حکیم شاہنواز صاحب نے بھی بڑے زور شور سے یہ حدیثیں اور آیت قرآنی پیش کیں۔ اور اسپر خوب صرفی نحوی اور بدیع معانی کی بحث کی۔ چونکہ حکیم صاحب کو ایک طرف تو اپنے علم کا بڑا ناز تھا۔ کیونکہ وہ ایک عالم شخص ہیں۔ گو انھوں نے باقاعدہ کسی استاد سے تعلیم حاصل نہیں کی اور دوسری طرف علماء ظاہر کا اتفاق اپنے ساتھ سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ ایک جم غفیر تھے۔ گو وہ فیج اعوج ہی ہیں اس واسطے حکیم صاحب نے اپنا پرچہ لاجواب سمجھا۔ اور لوگوں کے آگے اپنی اس محنت کا اظہار بھی کیا ؛

گو وہ دلائل حکیم صاحب کے لئے ایک پہاڑ ہوں مگر رائی حق کے آگے پہاڑ باطل کیا وقعت رکھتا ہے اس واسطے ہینے حدیث لا نبی بعدی۔ لم یبق من النبوۃ الخ اور خاتم النبیین و ذھبت النبوۃ کے جو اصلی اور حقیقی اور صحیح صحیح معانی موافق محاورہ لغت عرب و قرآن حدیث اور مطابق فرمان و ایمان مسیح موعود تھے۔ خوب صرفی نحوی منطقی بحث سے مشرح کرکے ۱۵۔ جنوری کو ہدیہ جناب حکیم صاحب کردئے تھے۔ جو بعد انتظاری پانچ ماہ رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ مئی میں چھپ کر ہدیہ ناظرین بھی ہو چکے ہیں۔ گو منصفین نے تو مضمون دیکھتے ہی سمجھ لیا تھا کہ اسکا جواب پیغامی کیا دیں گے۔ اور پھر بار بار تقاضا کرنے کے باوجود خاموش رہنا اور آٹھ ماہ نہ بولنا اس کی زیادہ تائید کرتا تھا ؛ بقیہ دیکھو صفحہ ۱۲

تلبیس ابلیس

ایڈیٹر العصر کا مبلغ علم

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کے کاتب تقاریر کے قلم سے

(نمبر ۲)

تکبر اور انانیت رعونت اور استکبار وہ طوق لعنت ہے۔ جو ابلیس علیہ اللعنۃ نے انا خیر منہ کہکر اپنی اور اپنی ذریت کی گردن میں ڈالدیا۔ وہ خود تو رہا یا نہ رہا لیکن اسکی ذریت ہر زمانہ میں پائی جاتی ہے۔ اور اس زمانہ میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ اس کا ایک نمونہ مصطفےٰ خان نامی اسوقت ہمارے پیش نظر ہے۔ یہ تکبر اور انانیت کا پتلا اپنے مخصوص لہجہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تقریر کے ایک فقرہ کو لیکر اسپر مذاق اڑاتا ہوا لکھتا ہے کہ :۔

"ہمارے میاں صاحب" "تمام زمانہ کے دماغوں کو کمزوری کا سرٹیفکیٹ دیتے ہیں۔ اور اپنی کوتاہ بیانی کو چھپانے کے لئے اپنے حاضرین کو جن میں بعض حضار خود بدولت سے زیادہ فہیم ہونگے کم فہم بتاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ "اس لئے میں انکو بیان نہیں کرونگا۔ کیونکہ یہ تمہاری طاقت سے بڑھکر ہیں۔ آجکل کے دماغ کوئی ایسے اعلےٰ نہیں رہے۔ کہ اس عمر میں ایسی باتیں یاد رکھ سکیں"

جس تقریر کے دوران میں حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ الفاظ فرمائے ہیں ہمارے قارئین کرام کو یاد ہوگا۔ کہ آپ نے وہ تقریر طلبائے ہائی و احمدیہ سکول کے لئے فرمائی تہی۔ اسمیں اگر لڑکوں کو یہ کہا گیا کہ "آج کل کے دماغ کوئی ایسے اعلیٰ نہیں رہے کہ اس عمر میں ایسی باتیں یاد رکھ سکیں" تو اس سے یہ کہاں ثابت ہو گیا کہ آپنے "تمام زمانہ کے دماغوں کو کمزوری کا سرٹیفکیٹ دیدیا۔ تقریر کے الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ "اس عمر" کے لڑکوں کی نسبت آپ کا ارشاد ہے۔ جنمیں سے ہر ایک کا درجہ "طفل مکتب" سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اسلئے انکی کسی کمزوری کے ظاہر کرنے سے تمام دنیا کو کمزوری کا سرٹیفکیٹ نہیں مل جاتا۔ ہاں خود اس شریر النفس انسان نے ایڈیٹر العصر کے بھیس میں جلوہ افروز ہوکر مندرجہ ذیل الفاظ میں تمام دنیا کے متعلق کمزوری اور ناطاقتی کا فتوےٰ دیدیا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ :۔

"آپ کی عمریں بحساب اوسط پہلے تیس پنتیس برس کی ہوا کرتی تھیں۔ اب صرف بائیس برس کا اوسط رہگیا ہے۔ آپکے قد و قامت کا تناسب پہلے پانچ ہاتھ کا بالعموم مشہور تھا۔ اب پورے چار ہاتھ کا بھی نہیں ہوتا۔ آپ کے اعصاب سخت ہوتے تھے۔ عضلات میں توانائی کا زور تھا۔ رگیں اور پٹھے مضبوط تھے۔ اس لئے نظام جسمانی بھی مضبوط تھا۔ اور اسقدر مضبوط تہا کہ باوجود اسکے کہ پہلے دوائیں سہل الحصول نہ تھیں۔ علاج عام نہ تھا۔ شفاخانوں کی کثرت نہ تھی۔ پھر بھی آپ کی جسمانی حالت ایسی درست ہوتی تھی۔ کہ عوارض و امراض اول تو لاحق ہی نہ ہوتے تھے۔ اور اگر لاحق بھی ہوتے تو خود بخود طبیعت مدبرہ ان کو چند دنوں ہی میں دفع کر دیتی۔ اور بہت تھوڑی مدت میں صحت ہو جاتی تھی۔ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے کا رواج نہ تھا۔ مدقوق و مسلول ہونے کا رواج نہ تہا۔ حرکت قلب بند ہو جانے کا رواج نہ تہا۔ کیونکہ جسم میں طاقت تھی۔ اور وہ ہر قسم کے حوادث و نوازل کو سہارہ جاتی تھی۔

اب آپ میں اتنی توانائی نہیں کہ ہیضہ و طاعون کے جراثیم پر غالب آسکیں۔ نزلہ وزکام آپ کو صاحب فراش بنا دیتا ہے۔ نفخ تخمہ سے حال بے حالی ہو جاتا ہے۔ قبض و ضبط کی شکایتوں میں بسا اوقات ہفتوں کاروبار معطل رہتا ہے۔ بخار آیا اور قوت عمل گئی۔ جاتا بھی رہا تو ضعف و اضمحلال نہیں جاتا۔

یہ سب کیوں؟ یہ سب محض اسلئے کہ آپ کا نظام جسمانی درست نہیں ہے۔ آپکی صحت جسمانی درست نہیں ہے۔ اور اس نادرستی کے ذمہ وار بھی آپ ہی ہیں۔ کہ اگر آپ اپنے تیئں باقاعدگی کا خوگر بناتے باصول زندگی بسر کرتے۔ تو یہ زحمتیں کیوں اٹھاتے۔ اور یہ شدائد کیسے پیش آتے"

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ وہ شخص خود ایک وقت تمام دنیا کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ :۔

"آپکا نظام جسمانی درست نہیں۔ آپ کی صحت جسمانی درست نہیں"

اب دوسرے وقت میں بغض اور کینہ کی وجہ سے اندھا ہو کر انکے خلاف لکھنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت اسے یہ "مسلمہ اصول" بھی یاد آجاتا ہے۔ کہ "زمانہ ترقی کر رہا ہے انسان کے قوائے ذہنی ترقی کر رہے ہیں" میں اس نادان سے پوچھتا ہوں کہ جب تو نے یہ لکھا تھا کہ آج کل کے انسانوں کا "نظام جسمانی درست نہیں" اور پھر یہ بھی لکھ دیا تھا کہ "اچھے دل و دماغ تو کمزور جسم میں کبھی نہیں ہوتے اور جسم سقیم میں رہ کر کبھی اچھے اچھے حوصلہ افزا کام نہیں کر سکتے"

تو کیا اس وقت تجھے یہ مسلمہ اصول یاد تھا یا نہیں کہ زمانہ ترقی کر رہا ہے۔ اگر یاد تھا۔ تو پھر یہ کیوں لکھا۔ اور اگر یاد نہیں تہا۔ تو کیا تم دروغگو را حافظہ نباشد کے مصداق ہوئے یا نہیں۔ کیسی حیرانی کی بات ہے۔ کہ دوسروں پر اعتراض کرتے وقت تو تمہیں "مسلمہ اصول" یاد آجائے لیکن خود لکھتے وقت تمہارے دماغ میں بھس بھر جائے۔ پھر دیکھو تم اپنے اس "مسلمہ اصول" کی خود ہی کسطرح دھجیاں اڑا چکے ہو۔ کیا تم نے یہ الفاظ نہیں لکھے۔ اور العصر کے ذریعہ نہیں شائع کئے کہ

"اگر ہمارے پاس اپنے اسلاف کی کوئی فہرست ہے تو اسکے دیکھنے سے پتہ لگ سکیگا کہ ہمارے اسلاف نے جو کچھ حاصل کیا تہا۔ اسمیں سے ہمنے بہتر فیصد کی

کھو دیا جو پچیس فیصدی باقی ہے۔ وہ بھی برائے نام۔ کیا ان حالات ہم یہ کہنے کے قابل ہیں کہ ہم ترقی کر رہے ہیں یا یہ کہ ہم روز بروز علی الاتصال تنزل کے گڑھے میں گرتے جاتے ہیں "

تم نے پیغام میں لکھا ہے کہ :-

"یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ زمانہ ترقی کر رہا ہے۔ انسان کے قوائے ذہنی ترقی کر رہے ہیں "

لیکن کیا تو اور تیرے مخاطبین اسی زمانہ میں نہیں رہتے۔ اور کیا یہ "مسلمہ اصول" ان کے لئے باطل ہو چکا ہے۔ اگر نہیں تو پھر بتلا - کہ تو نے کس منہ سے مندرجہ بالا الفاظ لکھے۔ کیا تجھے جھوٹ کی غلاظت پر منہ مارنے کی بھی عادت ہے، یا کسی کی دشمنی اور عداوت تجھے اندھا کر کے اس طرح کی متضاد تحریریں لکھوا دیتی ہے۔ بہرحال جو عارضہ بھی ہے برا ہے۔ خدا تجھ پر رحم کرے ؁

پھر دیکھو تم نے کیا لکھا کہ :-

"وہ جو لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان ترقی کر رہے ہیں وہ غلط کہہ رہے ہیں۔ اسلامی دنیا لگاتار تنزل کی طرف جا رہی ہے "

اس عبارت میں اگرچہ لفظ تنزل بالکل بے محل اور بے موقعہ ہونے کی وجہ سے تمہارے سر پُر غرور کو ٹھکرا رہا ہے لیکن دراصل یہ تمہاری اس حالت کا ترجمان ہے۔ جو تمہیں لاحق ہے اور جسکی وجہ سے تم کسی پہلو آرام نہیں پا سکتے۔ ایک وقت کچھ لکھتے ہو۔ اور دوسرے وقت کچھ۔ اور آج کی تحریر کل کی تحریر کے مخالف اور متضاد ہوتی ہے۔ اگر تجھ میں کچھ شرم و حیا باقی ہے تو چاہیئے کہ چلو پانی میں ڈوب مرے لیکن

شرم چہ کُتی است کہ پیش ۔ ۔ بیاید۔

یہ تو تمہارے "مسلمہ اصول" کی تمہارے اپنے ہی نزدیک حقیقت ہے۔ ضرورت نہیں کہ میں اسکے متعلق کچھ اور کہوں۔ ہاں اتنا بتلائے دیتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے جو کچھ کہا بالکل درست کہا۔ کیا اس میں کچھ شک ہے کہ وہ دماغ جو پہلوں کو نصیب تھے۔ وہ اس زمانہ میں شاذ و نادر ہیں۔ بتلاؤ کتنے ہیں جو بخاری اور رازی کہلانے کے مستحق ہیں۔ اور کتنے ہیں جو ابن سریج۔ ابو حامد اسفرائنی اور ابی ابن دواد کہلا سکتے ہیں۔ اور پھر کتنے ہیں۔ جو ابو العباس نامی اور ابو الفضل

سیدانی کا درجہ رکھتے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر اس میں کیا شک ہے کہ "آج کل کے دماغ کوئی ایسے اعلےٰ نہیں رہے۔" کیا اسی مبلغ علم پر تم نے "مسلمہ اصول" پیش کیا۔ اور کیا اسی کائنات پر اتنی اکڑ بازی کھائی۔ شرم کر اور اپنی تحریر پر دوبارہ غور کر کہ تو نے کیا لکھ مارا۔ طلبا کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح نے جو الفاظ فرمائے ہیں۔ اگر تجھے انکی صداقت سے اب بھی انکار ہے تو جا کر سکولوں اور کالجوں میں دیکھ کہ طلباء کی کیا حالت ہے۔ پھر تجھے معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ الفاظ اپنے اندر کسقدر صداقت رکھتے ہیں ؁

اب میں تیرے اس عُجب اور غرور کو اپنے پاؤں کے نیچے مسلتا ہوں جس نے تیری قلم سے یہ الفاظ نکلوائے۔

"کہ یقیناً جو شخص "کوئی ایسے اعلیٰ" کا جدید اور انوکھا محاورہ زبان اردو میں اضافہ کرتا ہے وہ خود اور اس کا کاتب تقریر کوئی ایسا اعلےٰ دماغ نہیں رکھتا۔ اور اسی لئے اس نے اپنے پر دوسروں کو بھی قیاس کیا ہے "

اس تمام تقریر میں سے جو اخبار الفضل کے قریباً سات صفوں پر آئی ہے اے جہالت کے پتلے تجھ کو "کوئی ایسے اعلیٰ دماغ" کا ایک محاورہ ایسا نظر آیا ہے۔ جس سے تو نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "وہ خود اور اس کا کاتب تقریر کوئی ایسا اعلیٰ دماغ نہیں رکھتا" لیکن اول تو یہ محاورہ غلط ہی نہیں۔ اور اگر تیرے نزدیک غلط ہے تو پھر خود تو نے کیوں "کوئی ایسا اعلےٰ دماغ" لکھا ہے۔ کیا ایسے کی بجائے ایسا لکھ دینے سے یہ محاورہ درست ہو جاتا ہے؟ تیری نااہلیت کی پردہ دری کے لئے یہی کافی ہے۔ لیکن میں اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ تجھے بتاؤں گا۔ کہ اس چھوٹے سے مضمون میں تو نے اردو کی کسقدر مٹی پلید کی ہے ؎

ذرا جگر تھام کے ہیٹھو اب میری باری آئی

مجھے ضرورت نہ تھی کہ میں اس فضول بحث میں پڑتا کہ تیرے فلاں فقرہ میں اردو کی یہ غلطی ہے۔ اور تو نے فلاں محاورہ کا اضافہ کیا ہے۔ لیکن چونکہ تجھے اپنی اردو دانی پر بڑا ناز ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تیری اردو دانی کا پول ظاہر کر دوں - تو نے لکھا ہے :-

"خدا بھلا کرے میاں صاحب کا انکی ہر ایک بات میں شان یو العجبی کا نظارہ نظر آتا ہے۔ جو تحریر ہوتی ہے جو تقریر کرتے ہیں وہ بھی عجائب خانہ میں عکس لیکر رکھنے کے قابل ہوتی ہے کیونکہ پبلک کے لئے اس میں عجیب عجیب سامان دلچسپی موجود ہوتے ہیں۔ ورنہ سچ پوچھو یہ زمانہ قدر دانی کا نہیں۔ ورنہ میاں صاحب ایسا نادر وجود جو حقیقت میں نوادرات زمانہ سے ہے اس قابل ہے "

نادان دیکھ! یہاں "ورنہ ورنہ" اردو کے کس قاعدہ کے لحاظ سے درست اور صحیح ہے۔ جا اردو دانوں کے پاس لے لیجا اور اسبات کا فیصلہ کروا لے کہ یہ "ورنہ ورنہ" تیرے جاہل مطلق ہونیکی کافی دلیل ہے یا نہیں۔ اور اگر کچھ کسر رہ جائے۔ تو اپنے یہ الفاظ بھی پیش کر دینا۔ کہ :-

"اس وقت قادیان کا وہ پرچہ جو میاں صاحب کے ادعائی نام فضل عمر کے نام پر الفضل کے نام سے موسوم ہے۔ اور جسے اسلامی صحافت میں ہمارے نزدیک کسی قسم کی فضیلت حاصل نہیں "

اسلامی صحافت کے نادر اور انوکھے محاورہ کو استعمال کرنیوالا اسوقت تک صرف تو ہی ایک فرد ہے۔ جس نے

بدنام بھی ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا

پر عمل کرتے ہوئے نہایت بیدردی سے اردو کی ٹانگ توڑ دی ہے۔ ورنہ اور کسی کو ایسی جرأت نہیں ہو سکی ؁

کیا تو اس سے عبرت حاصل نہیں کریگا۔ اور آیندہ اس قسم کی گندی اور تعلی آمیز تحریروں سے باز نہیں رہیگا لیکن جبتک تو شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ اس وقت تک تجھ سے اس قسم کی امید رکھنا لاحاصل ہے ؁

خدا تعالےٰ اپنے پیاروں کے لئے کس قدر غیرت رکھتا ہے۔ اس خبیث الفطرت انسان نے حضرت خلیفۃ ثانی کے ایک فقرہ پر بالکل غلط اعتراض کیا تھا۔ لیکن خدا تعالےٰ نے اسی کی قلم سے ایسے الفاظ نکلوا دئے کہ وہ دو ایسے اعتراضوں کا مورد ہو گیا۔ جن کو کبھی دور نہیں کر سکتا ؁

احمدیت کا مبلغ آسٹریلیا میں

آسٹریلیا سے صوفی محمد حسن صاحب احمدی ہمارے سلسلہ کے بہت مخلص اور متقی فرد ہیں۔ آپ ایک عرصہ سے آسٹریلیا میں رہتے ہیں۔ اور وہاں کے حالات سے خوب واقف ہیں۔ باوجود اسکے کہ آج کل آپ کی صحت اچھی نہیں۔ تاہم آپ بڑے جوش اور ہمت سے تبلیغ میں کوشاں رہتے ہیں۔ اور وقتاً فوقتاً اپنی تبلیغی کوششوں سے اطلاع بھی دیا کرتے ہیں۔ ہم ناظرین کرام کی خاطر انکے تازہ خطوط سے کچھ اقتباس کر کے درج ذیل کرتے ہیں جو امید ہے کہ دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔ اور صوفی صاحب موصوف کی صحت کے لئے خاص طور پر دعا کی جائے گی۔ تا وہ بیش از بیش سعی اور ہمت سے دعوت الی الخیر کا کام انجام دے سکیں۔ (ایڈیٹر)

آپ لکھتے ہیں:۔ ایک انگریز جسکو مذہبی جنون تھا۔ اور عیسائیت کی تبلیغ میں زور کوشاں رہتا تھا۔ مسیح کے بے باپ ہونے کو ابن اللہ ہونے کی دلیل ٹھہراتا تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا۔ کہ پھر یہ بات کسطرح درست ہوئی کہ حضرت مسیح داؤد کی نسل سے تھے۔ جس کا ذکر بار بار انجیل میں آتا ہے بلکہ چاروں انجیلوں میں نسب نامہ حضرت داؤد سے لیکر یوسف نجار تک پہنچایا گیا ہے۔ اور بعض جگہ سے یہ اشارہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ اگر یہ بات درست ہے۔ تو پھر انکے بے باپ ہونے کا مسئلہ انجیل کے لحاظ سے درست نہ ہوا۔ آپ اسکو کسطرح حل کرینگے۔ کہنے لگا۔ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے۔ میں نے بھی اسکو بہت سوچا ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی مگر ایک طرح سے اس کا حل ہو سکتا ہے۔ اور وہ اسطرح کہ جسطرح حضرت آدم کی ایک پسلی سے حوا کو پیدا کیا گیا تھا۔ اسیطرح خدا نے یوسف نجار کے cells سے یعنی کچھ حصہ اسکے cells کا خدا نے لیکر بی بی مریم کے شکم میں داخل کیا۔ اگرچہ یوسف اس بات سے بے خبر رہا۔ اسطرح سے حضرت عیسٰی بے باپ بھی پیدا ہوا کیونکہ یوسف اور بی بی مریم کا اجتماع نہ ہوا۔ اور حضرت عیسٰی یوسف کا بیٹا بھی ہوا۔ کیونکہ اسکے cells سے ہی خدا نے اسکو پیدا کیا ؛

میں نے کہا یہ مسئلہ انجیل نے اسطرح سے حل نہیں کیا۔ انکے حواریوں نے یہ عقدہ کشائی کی ہے۔ وہ کہنے لگا۔ ہاں یہ درست ہے۔ مگر میں نے بہت سوچکر اسطرح سے حل کیا ہے۔ اور بہت معقول بات ہے۔

اسلامی اصول کی فتح

عاجز نے اپنا ہینڈ بیگ (Hand bag) کھولا۔ اسمیں ایک استرہ بھی تھا۔ ہسپتال کے ناظم نے دیکھ کر اپنے پاس رکھ لیا۔ اور کہا یہاں مجنون لوگ رہتے ہیں یہ خطرناک چیز ہے۔ اور پوچھا کہ تم داڑھی تو تراشتے نہیں استرہ رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے کہا کہ ہم زیرِ ناف بال اس سے تراشتے ہیں۔ کہا کیوں؟ میں نے جواب دیا کہ ہمارے رسول اور پیشوا کا عمل اور سنت ہے۔ کہا اسمیں کیا فائدہ ہے۔ میں نے کہا کہ بالوں میں غلاظت جمع ہو کر بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اسکے اور بھی نقصان ہیں۔ یورپین ڈاکٹروں نے بھی اسبات کی تحقیق کی ہے۔ اور بال تراشنے کو مفید جانتے ہیں۔ بلکہ جب میں پارکو ٹیسٹا آسٹریلیا میں تھا تو پبلک ہسپتال کے زنانہ وارڈ میں بعض ڈاکٹروں نے یہ قاعدہ جاری کیا کہ جو عورت بیمار شفاخانہ میں آوے اسکی زیرِ ناف بال اسی وقت تراشے جاویں۔ کیونکہ حیض کے وقت غلاظت جمع ہو کر بہت نقصان پہنچاتی ہے پھر جب عورت اچھی ہو کر ہسپتال سے جاتی ہے۔ تو اسکو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ گھر میں یہ قاعدہ جاری رکھے پس یورپین ڈاکٹروں کو اسلامی طریق میں ہی فائدے معلوم ہوئے ہیں۔ اور کیوں نہ معلوم ہوں۔ جبکہ عین فطرت کے مطابق ہیں۔ کہنے لگا۔ جب ان بالوں کے تراشنے میں فائدہ ہے اور انکے رکھنے میں نقصان۔ تو خدا نے ان کو پیدا ہی کیوں کیا۔ میں نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کے ککڑ قانون عام ہیں۔ بارش۔ روشنی۔ ہوا۔ اختلاف لیل و نہار وغیرہ۔ اسی قانون کے ماتحت یہ بال بھی نکلتے ہیں۔ انکو اس لئے نہیں رکھا جا سکتا کہ خدا نے پیدا کیوں کئے۔ دیکھئے۔ پیدائش کے وقت انسان ننگا ہوتا ہے۔ ابتدا میں لوگ ننگے ہی رہتے تھے۔ جیسا کہ ابھی تک آسٹریلیا کے اصلی باشندے اور دیگر جزائر کے لوگ مادر زاد ننگے پھرتے ہیں کیا ان کو عقلمند کہا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

پھر میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے داڑھی پیدا کی ہے اسکو تم کیوں تراشتے ہو۔ حالانکہ اسکے تراشنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسکو ہر وقت صابون سے دھو سکتے ہو۔ بدبو اور غلاظت کا کوئی ڈر نہیں۔ اس نے میری یہ باتیں خوب غور سے سنی اور چپ ہو گیا۔ اور میری بہت خاطر و تواضع کرتا رہا ؛

تعدد ازدواج

ریل میں میرے ساتھ تین انگریز اور تین لیڈیاں سوار تھیں۔ میرے ہاتھ میں قرآن مجید تھا۔ ایک انگریز نے پوچھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن شریف۔ کہا تم مسلمان ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ پوچھا تم لوگ کتنی شادیاں ایک وقت میں جائز جانتے ہو۔ میں نے کہا چار تک۔ اس نے ایک لیڈی کو مخاطب کر کے کہا۔ کیا تم ان سے شادی کرو گی۔ اس نے غصہ سے جواب دیا۔ میں ایسے شخص سے کبھی شادی نہیں کرونگی۔ میں نے کہا۔ بائبل میں لکھا ہے کہ اگلے زمانہ کے نبی و بزرگ لوگ ایک وقت میں کئی کئی شادیاں کر لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم حضرت داؤد۔ حضرت سلیمان وغیرہ کی ایک سے زیادہ بیویاں ایک وقت میں تھیں۔ پھر انجیل میں اسبات کی کوئی ممانعت بھی نہیں کہ ایک سے زیادہ شادیاں نہ کیجائیں۔ کہنے لگی میں اپنے لئے یہ بات ہرگز پسند نہیں کر سکتی۔ اور نہ کوئی اور لیڈی پسند کریگی۔ میں نے کہا۔ گورنمنٹ کی طرف سے قانوناً تعدد ازدواج کی ممانعت نہ ہو تو تمہاری یورپین بہنیں بکثرت ایسی ہیں۔ جو شادی شدہ مرد کے ساتھ شادی کرنا پسند کریں اور کر لیتیں۔ اس نے کہا نہیں یہ غلط بات ہے۔ میں نے کہا دیکھئے باوجود مخالفت قانون کے اسوقت کتنے سو یورپین عورتیں سڈنی شہر میں موجود ہیں۔ جن کا علم تم سب کو ہے کہ وہ شادی شدہ مردوں کے ساتھ برضا و رغبت بطور میاں بیوی کے رہتی ہیں بہتر تھا کہ قانوناً ان کو اجازت دیجاتی۔ کہ وہ شادی کریں ؛

پس جب تمہاری قوم میں ایسی عورتیں موجود ہیں کہ وہ شادی شدہ مرد کے ساتھ شادی کرنا پسند کرتی ہیں۔ تو

پھر تم کیوں بُرا جانتی ہو۔ ہاں یہ بھی سُن لو کہ شریعت اسلام کسی عورت کو مجبور نہیں کرتی۔ کہ وہ خواہ مخواہ شادی شدہ مرد کے ساتھ شادی کرے۔ تم بھی اگر پسند نہیں کرتی ہو۔ تو کوئی مجبوری نہیں۔ مت کرو۔ مگر اپنی دوسری بہنوں کو کیوں روکتی ہو۔ اسپر دوسرے انگریز جو بیٹھے ہوئے تھے ہنس پڑے ٭

پھر مینے کہا کہ دو تین شادیاں کرنا کوئی سہل امر نہیں ایک انگریز سے مینے کہا۔ تمہاری قوم کے بہت سے لوگ مجرد رہتے ہیں۔ اس کا کیا سبب ہے۔ کہنے لگا کہ عورت اور بچوں کا سنبھالنا ایک مُصیبت ہے۔ مینے کہا کہ جو لوگ دو دو تین تین شادیاں کرتے ہیں۔ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو سنبھالتے ہیں وہ بڑے مرد اور ہمت والے ہوئے یا نہ۔ اس نے اقرار کیا کہ واقعی ایسا کرنے والے بڑے دل و گردہ کے لوگ ہیں۔ یہ سُنکر سب مرد اور عورتیں ہنس پڑیں۔ چونکہ گاڑی سے اُترنا تہا۔ اِس لئے بحث کو ہیں ختم کرنا پڑا ٭

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلے علےٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک پُرانا اشتہار

اور

اُسکی تعمیل

حضرت صاحب نے اس اشتہار میں منشاء الٰہی کے ماتحت احمدی جماعت کے کل افراد کی ایک فہرست طیار کرنیکا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام بھی حضرت فضل عمر کے مبارک عہد میں ہی ہونا تھا۔ اِسلئے اور کسی کو اسکے سرانجام دینے کی توفیق نہ ملی۔ اب حضور نے بھی اسکی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ تمام احمدی جماعت کی ایک ردیف وار لسٹ طیار کی جائے۔ اس لئے مسیح موعودؑ کی وہ عبارت جو اسکے متعلق ہے۔ اُن کے اپنے الفاظ میں یہاں درج کیجاتی ہے۔ اور اُمید کیجاتی ہے کہ احباب بہت جلد اسکی طرف توجہ فرمائینگے۔ اور کوشش کرینگے کہ جنکے پاس یہ اخبار نہیں پہنچتا۔ انکو بھی اس سے آگاہ کریں۔ تا ایسا نہ ہو کہ کوئی فرد اس پاک جماعت کی لڑی میں سے رہ جائے۔ اور الگ کسی گوشہ میں پڑا رہے ٭

نام	ولدیت	سکونت اصلی	سکونت حال	بعض ضروری کوائف

والسلام۔ سکرٹری فنانشل کمیٹی قادیان۔

وھو ھذا

اے اخوان مؤمنین (اَیَّدَکُمُ اللّٰہُ بِرُوْحٍ مِّنْہُ) آپ سب صاحبوں پر جو اس عاجز سے خالصاً لطلب اللہ بیعت کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں۔ واضح ہو کہ بالقا رب کریم وجلیل (جس کا ارادہ ہے کہ مسلمانوں کو انواع واقسام کے اختلافات اور غل اور حقد اور نزاع اور فساد اور کینہ اور بغض سے جس نے انکو بے برکت و نکما و کمزور کردیا ہے۔ نجات دیکر فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کا مصداق بنادے) مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض فوائد و منافع بیعت کہ جو آپ لوگوں کے لئے مقدر ہیں۔ اس انتظام پر موقوف ہیں کہ آپ سب صاحبوں کے اسماء مبارکہ ایک کتاب میں بقید ولدیت وسکونت مستقل و عارضی اور کسیقدر کیفیت کے (اگر ممکن ہو) اندراج پاویں۔ اور پھر جب وہ اسماء مندرجہ کسی تعداد موزون تک پہنچ جاویں۔ تو ان سب ناموں کی ایک فہرست تیار کرکے اور چھپوا کر ایک ایک کاپی اسکی تمام بیعت کرنے والوں کی خدمت میں بھیجی جائے۔ اور پھر جب دوسرے وقت میں نئی بیعت کرنیوالوں کا ایک معتدبہ گروہ ہو جاوے۔ تو ایسا ہی انکے اسماء کی بھی فہرست تیار کرکے تمام سابقین یعنے داخلین بیعت میں شائع کیجائے اور ایسا ہی ہوتا رہے۔ جب تک ارادہ الٰہی اپنے اندازہ مقدرہ تک پہنچ جائے۔ یہ انتظام جسکے ذریعہ سے راستبازوں کا گروہ کثیر ایک ہی سلک میں منسلک ہو کر وحدت مجموعی کے پیرایہ میں خلق اللہ پر جلوہ نما ہو گا۔ اور اپنی سچائی کے مختلف المخرج شعاعوں کو ایک ہی خط ممتد میں ظاہر کریگا۔ خداوند عزّ وجل کو بہت پسند آیا ہے۔ مگر چونکہ یہ کارروائی بجز اسکے باسانی وصحت انجام پذیر نہیں ہو سکتی۔ کہ خود مبایعین اپنے ہاتھ سے خوشخط قلم سے لکھ کر اپنا تمام پتہ و نشان بتفصیل مندرجہ بالا بھیجدیں۔ اسلئے ہر ایک صاحب کو جو صدق دل اور خلوص تام سے بیعت کرنے کے لئے مستعد ہیں تکلیف دیجاتی ہے کہ وہ بتحریر خاص اپنی پورے پورے نام وولدیت وسکونت مستقل وعارضی وغیرہ سے اطلاع بخشیں یا اپنے حاضر ہونیکے وقت یہ تمام امور درج کرادیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی کتاب کا مرتب وشایع ہونا جسمیں تمام بیعت کرنیوالوں کے نام و دیگر پتہ ونشان درج ہو۔ انشاء اللہ القدیر بہت سی خیر و برکت کا موجب ہو گا۔ از انجملہ ایک بڑی عظیم الشان بات یہ ہے کہ اس ذریعہ سے بیعت کرنیوالوں کا بہت جلد باہم تعارف ہو جائیگا۔ اور باہم خط وکتابت کرنے اور افادہ واستفادہ کے وسائل نکل آئینگے۔ اور غائبانہ ایک دوسرے کو دعائے خیر سے یاد کرینگے۔ اور نیز اس باہمی شناسائی کی رُو سے ہر ایک موقعہ ومحل پر ایک دوسرے کی ہمدردی کر سکینگے۔ اور ایک دوسرے کی غمخواری میں یاران موافق و دوستان صادق کی طرح مشغول ہو جائینگے۔ اور ہر ایک کو انمیں سے اپنے ہم ارادت لوگوں کے ناموں پر اطلاع پانے سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ اُسکے رُوحانی بھائی دنیا میں کس قدر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور کن کن خداداد فضائل سے متصف ہیں۔ سو یہ علم انپر ظاہر کریگا۔ کہ خدا تعالیٰ نے کس خارق عادات طور پر اس جماعت کو تیار کیا ہے۔ اور کس سُرعت اور جلدی سے دُنیا میں پھیلایا ہے۔ اور اسجگہ اس وصیت کا لکھنا بھی موزون معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک شخص اپنے بھائی سے بکمال ہمدردی ومحبت پیش آوے۔ اور حقیقی بھائیوں سے بڑھکر اُن کا قدر کرے۔ اُن سے جلد صلح کر لیوے۔ اور دلی غبار کو دور کر دیوے۔ اور صاف باطن ہو جاوے۔ اور ہرگز ایک ذرہ کینہ اور بغض ان سے نہ رکھے۔ لیکن اگر کوئی عمداً ان شرائط کی خلاف ورزی کرے۔ جو اشتہار ۱۲ جنوری سنہ ۱۸۸۹ء میں مندرج ہیں۔ اور اپنی بیباکانہ حرکات سے باز نہ آوے تو وہ اس سلسلہ سے خارج شمار کیا جاویگا۔ یہ سلسلہ بیعت محض براد فراہمی طایفہ متقین یعنے تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنیکے لئے ہے۔ تا ایسے متقیوں کا ایک

بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے۔ اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بابرکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں۔ اور ایک کاہل اور بخیل و بیصرف مسلمان نہ ہوں۔ اور نہ ان نالایق لوگوں کی طرح جنھوں نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اسکے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کیطرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں۔ اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں۔ اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں۔ بلکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جاویں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بنجائیں۔ اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونیکو طیار ہوں۔ اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ انکی عام برکات دنیا میں پھیلیں۔ اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکلکر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے ۔

بقیہ از صفحہ ۷

مگر آجکل جناب حکیم صاحب کیطرف سے پیغام میں نبوت مسیح پر مضمون نکل رہا ہے۔ جسکی مجھے اطلاع تک نہیں کی اتفاقاً بندہ ۱۸۔ اگست کو دارالامان ایک ضروری کام کے لئے حاضر ہوا تو مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا جسکو دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ میرے مضمون مطبوعہ رسالہ تشحیذ ۵ مئی کا جواب پیغامیوں کے پاس نہیں ہے۔ چنانچہ انکی تصدیق کے لئے تفصیلا وہ جو بحث میرے اور حکیم صاحب کے درمیان ہوئی تھی۔ اسپر اب حکیم صاحب نے جو خامہ فرسائی فرمائی ہے وہ اس پرچہ میں تھی جو میری نظر سے گذرا۔ اسکے چند فقرے لفظ بلفظ ہدیہ ناظرین ہوتے ہیں۔ افسوس کہ جواب میرے پرچہ کا دیا جارہا ہے۔ مجھے اطلاع تک نہیں ۔

حکیم صاحب۔ اور لانبی بعدی میں لانفی عام کیلئے ہے۔ اور ایک روایت ترمذی میں لانبوۃ بعدی کا مروی ہے۔ کما مرافق۔ لا عام نبوۃ کی نفی کرتا ہے۔ اور نفی العام مستلزم نفی الخاص یعنے عام کی نفی سے خاص کی نفی لازم آتی ہے۔ نقل پرچہ ۵۔ نومبر ۱۹۱۵ء

خاکسار۔ حدیث لانبی بعدی میں لا اسطرح کا نہیں۔ جسکو اصطلاح نحویین میں لانفی جنس کہتے ہر ایک طرح کی نبوت کی نفی کرنیوالا کہا جاتا ہے۔ کیونکہ صحیح حدیثوں کے ثابت ہے کہ مبشرات جو ایک قسم کی نبوت ہے وہ باقی ہے نیز تمام علمائے امت کا اسپر اجماع ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام نبی اللہ ہونگے۔ جب مزعومہ جنس نبوت کی نفی ہوگئی۔ تو ایسی نفی میں تمام قسم کے نبی خواہ مجازی ہوں یا حقیقی۔ ظلی ہوں بروزی ہوں یا مستعار یا اصلی ہوں یا نقلی۔ غرض ناقص ہوں یا کامل۔ سب کی نفی اس حرف لا نے کر دی اور یہ امت مرحومہ بجائے افضل الامم ہونیکے انقص الامم ٹھہری۔ پھر صرف یہی خرابی نہیں۔ بلکہ بہت سا حصہ احکام قرآنی و حدیث کا اسطرح کے لا ماننے سے چھوڑنا پڑیگا۔ ..... مثلاً صحیح حدیث میں آیا ہے کہ لا صلوۃ لجار المسجد الا فی المسجد۔ یہاں بھی آپکا وہی لانفی جنس لانبی بعدی والا ہے جسکے معنے آپکے علم و عقل و خیال کے مطابق یہ ہیں کہ کسی طرح کا نمازی ہو خواہ وہ نفل پڑھے انکی نماز بغیر مسجد کے نہیں ہوتی۔ حالانکہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نوافل گھر میں پڑھنے چاہئیں۔ منقول رسالہ تشحیذ اسپر میں نے بہت سی آیات اور احادیث لا کر واضح کر دیا تھا کہ اسطرح کا لا اکثر ہوتا ہے۔ جس سے بعض افراد نکل جاتے ہیں۔ (دیکھو مفصل رسالہ تشحیذ الاذہان ۵ مئی ۱۹۱۶ء)

حکیم صاحب۔ نوافل حکمی نماز ہے وہ جنس حقیقی سے خارج ہے۔ جیسا کہ زید کے لئے اسدیت حکمی ہے اور اسدیت حقیقیہ سے خارج ہے۔ اور لا صلوٰۃ للعبد الآبق میں بھی وہ صلوٰۃ بطور جنس مراد ہے جو کہ مثمر برکات ہوتی ہے۔ گو عبد آبق کی نماز حقیقی ہی نہیں۔ لا ضیق کے متعلق جو نکہ وہ قاعدہ مولوی صاحب نے لکھا ہے من کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراۃ یہ حدیث اور اسکے ہم معنے ضعیف ہیں۔ پیغام ۲۲ جولائی ۱۹۱۶ء و ۱۰ اگست ۱۹۱۶ء

جناب حکیم صاحب نے ایک بڑی صداقت یعنی نبوت مسیح موعود کی صداقت سے انکار کرکے بہت سی صداقتوں کا انکار کرنا شروع کر دیا ہے۔ پہلے اس لا کی بہت سی مثالیں قرآن و حدیث سے دی تھیں۔ کہ یہ لا بعض وجود کا مثبت بھی ہوتا ہے۔ انہیں سے حکیم صاحب نے چار مثالوں کا جواب دیا۔ اور چار کو الگ ڈال دیا۔ نوافل کی حدیث کا جواب تو اسطرح دیا کہ یہ نماز ہی نہیں یہ اسم انکار ہے یعنی خواہ نفل تہجد کے ہوں یا اشراق وغیرہ کے خواہ نبی پڑھے یا ولی۔ خواہ ریاکار پڑھے یا مخلص وہ اس وقت نماز نہیں پڑھ رہا ہوتا۔ افسوس زید اور اسد کی مثال تو دیدی مگر یہ خیال نہ کیا۔ کہ اگر زید سے حقیقت اسدیت علیحدہ رکھی گئی ہے تو انسانی حقیقت تو دیکھی ہے۔ اور ہمارے نبی جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تہجد پڑھتے تھے۔ اگر وہ صلوٰۃ اپنی حقیقت کو نہیں پانیوالے اور اسکو حقیقی نماز نہیں کہا جاتا تو اس فعل کی حقیقت بھی بیان کرنی تھی۔ اسے روشنی طبع تو برمن بلا شدی۔ حکیم صاحب نے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے انکار کے لئے نوافل کو نماز سے ہی خارج کر دیا۔ دوسری حدیث کا اس سے بھی بڑھ کر جواب دیا ہے۔ بھلا حکیم صاحب جب اس نماز سے مثمر برکات مراد ہوئی تو ثمرات حقیقت میں کہاں داخل ہیں۔ ورنہ ماننا پڑیگا کہ حقیقت الاشیاء میں نقص اور تزلزل واقع ہوتا ہے۔ نیز حکیم صاحب نے خواہ دیدہ دانستہ یا نسیاناً ایک طرح سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ لا بعض موقعہ پر حقیقت الاشیاء کی کلیتہً نفی نہیں کرتا۔

تیسری مثال جو لا ضیر کی تھی۔ اس کا جواب صاف لفظوں میں دیا کہ مولوی صاحب (یعنی خاکسار) کا قاعدہ بعض جگہ صحیح ہو۔ والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔ چوتھی مثال میں بھی میرے معنے کی ہی تصدیق کی ہے۔ مگر اپنے علم کی شہادت دینے کے لئے یہ الفاظ بڑھا دئے ہیں کہ حدیث ضعیف ہے۔ شاید حکیم صاحب کو معلوم نہیں (کیونکہ باقاعدہ کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی) کہ حدیث میں ضعف راویوں کے لحاظ سے ہوتا ہے نہ کہ الفاظ حدیث کی نحوی ترکیب۔ اور بدیع معانی کے لحاظ سے آپکی بات تو تب درست ہوتی جب آپ یہ ثابت کرتے کہ الفاظ حدیث میں یہ محاورات علم معانی اور بدیع کے لحاظ سے ناجائز ہیں چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد * میلش اندر طعنہ پاکاں زند

جناب حکیم صاحب نے اس پرچہ پیغام میں میری ذاتیات پر بھی ناجائز حملے کئے ہیں جن کا جواب بندہ فی الحال نہیں دینا چاہتا جب خود اپنی کمزوری کو چھپانا چاہتے ہیں اور تعبیر نرمی نہیں ہوتا۔ ہماری قوم میں اسے تعلیم یافتہ بعض ایسے لوگوں کے ناشر ہوں ۔ الراقم ...